Volume 03, Issue 01,
January-March 2025
PP: 159-167
Open Access on:
www.alimanjournal.com

الایمان
AL-IMAN
Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

ہندوستان میں دو قومی نظریہ کا جواز اسلامی روایات کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

The Justification of the Two-Nation Theory in India: An Analytical Study in the Context of Islamic Traditions

Muhammad Qaiser* [1], *Dr.Hafiz.M.Mudassar Shafique* [2]

Article History

Received
16-02-2025

Accepted
07-03-2025

Published
09-03-2025

Indexing

WORLD of JOURNALS
ASIAN Research Index
Signatory of DORA
اردو جرائد اشاریہ
ACADEMIA
Google Scholar
EuroPub
REVIEWER CREDITS

Abstract

India has long been a cradle of diverse civilizations, each contributing to the rich and intricate cultural tapestry of the subcontinent. Among these, the Hindu civilization emerged as a dominant fusion of various traditions. However, Islamic civilization, with its distinct religious, cultural, and social framework, has maintained a unique and independent identity throughout history. Unlike other civilizations that often assimilated into the broader socio-cultural landscape, Islamic civilization remained distinct due to its fundamental principles and values, making cultural integration with other traditions challenging.

Despite centuries of Muslim presence in the Indian subcontinent, their customs, traditions, and religious ethos remained separate from those of other communities. The concept of the Two-Nation Theory, which later played a crucial role in the partition of India, had its ideological roots in the historical consciousness of Indian Muslims. This study explores the unique identity of Islamic civilization and examines how its distinct characteristics have shaped the socio-political landscape of the region. Employing narrative and historical research methodologies, this research aims to critically analyze the factors that contributed to the persistence of Islamic identity and its implications for the Indian subcontinent. Furthermore, this study challenges the misconception that Muslims merely adhered to a colonial framework, highlighting instead the organic evolution of their identity within the broader historical context.

Keywords:

Islamic Civilization, Hindu Civilization, Two-Nation Theory, Indian Subcontinent, Socio-Political Landscape, Historical Consciousness, Cultural Identity, Colonial Framework.

[1] *PhD Scholar, Faculty of Social Sciences, Department of Islamic studies, (CAKCCIS), Superior University, Lahore. qm78586@gmail.com*

[2] *Assistant professor, Faculty of social sciences, Department of Islamic studies, (CAKCCIS), Superior University, Lahore. mudassar.shafique@superior.edu.pk* ****Corresponding Author***

All Rights Reserved © 2023 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development

ROAD DIRECTORY OF OPEN ACCESS SCHOLARLY RESOURCES
OPEN ACCESS

نظریہ:

لفظ ”نظریہ“ کو انگریزی زبان میں آئیڈیالوجی (Ideology) کہاجاتا ہے۔ نظریہ کسی بھی قوم کی خواہش، اقدار، مقاصد، عقائد، آرزوؤں، سوچوں، ارادوں، نظم وضبط، اتحاد کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ جس پر اس قوم کی ثقافت، مذہب، معیشت، سیاست اور معاشرتی ڈھانچے کی بنیاد بنتی ہے۔ کوئی بھی قوم نظریے کی وجہ سے ہی پھلتی پھولتی ہے۔ اگر کسی قوم کے پیش نظر کوئی نظریہ نہ ہو تو ایسی قوم کبھی بھی ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتی۔

مفہوم اور وضاحت (Meaning/ Explanation):

نظریہ سے مراد وہ مقصد حیات جس کے بغیر زندگی بے حقیقت ہو جاتی ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لیے انسان مکمل جدوجہد کرتا ہے۔ کسی بھی انقلابی تحریک کو چلانے کا عمل نظریہ سے شروع ہوتا ہے۔ کسی قوم کی اجتماعی زندگی میں ”نظریہ“ بحیثیت روح کار فرما ہوتا ہے۔ ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ نظریہ سے زندگی کا نظام بنتا ہے اور ترقی کرنے کی جہت متعین ہوتی ہے۔ جس میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی پہلو مل کر زندگی کے نظام کو بناتے اور چلاتے ہیں۔[1] اسی طرح ہر انسان کے پاس اپنی زندگی گزارنے کا ایک خاص مقصد ہوتا ہے۔ جس کے تحت وہ اپنی زندگی گزارتا ہے اور ترقی کی منازل طے کرتا ہے۔ اگر وہ اس نظریہ سے ہٹ جائے تو وہی زندگی اس کے لیے اجیرن بن جاتی ہے۔ اگر کوئی مقصد بہت سے لوگوں کا مشترکہ نصب العین بن جائے تو وہ مشترکہ نظریۂ حیات کہلاتا ہے۔

مذہب چند عبادات کا مجموعہ نہیں ہوتا بلکہ یہ پوری معاشرتی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس لیے دنیا کے تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ مخصوص نظریات کی روشنی میں زندگی گزارتے ہیں مثلاً یورپ نظریۂ عیسائیت، ہندو نظریہ ہندوازم اور مسلمان نظریہ اسلام کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔

اس کے علاوہ مشترکہ نسل سے مشترک نظریات کی پیدائش ہوتی ہے ایک ہی قوم، نسل، زبان رکھنے والے لوگوں میں ہمدردی اور اخوت کے جذبات کا گہرا اور مضبوط ہونا عام اور فطری عمل ہے۔ دور حاضر کی زیادہ تر قومیں اپنے مشترکہ سیاسی مقاصد اور سیاسی نظریات کی بدولت اپنی قومی زندگی کی بقا کے لیے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد میں لگی ہوئی ہیں تا کہ وہ ایک مضبوط قوم، نسل کے طور پر ابھر سکیں۔

نظریے کی اہمیت (Significance of Ideology):

- انسان ایک مقصد کے تحت دنیا میں آیا ہے۔ بے مقصد زندگی کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ قوموں کا وجود ان کے نظریات کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے اور نظریات کی بنیاد پر ہی قومیں پوری دنیا میں جانی جاتی ہیں۔
- نظریات قوموں میں مقصد، منزل اور مستقبل کا شعور پیدا کرتے ہیں اور نظریات پر عمل پیرا ہو کر ہی قومیں کامیابی کی منازل طے کر کے دنیا میں اپنے نام کا لوہا منواتی ہیں۔
- نظریہ کسی سیاسی، معاشی، معاشرتی، مذہبی، ثقافتی اور روایتی تحریک کو بنیاد فراہم کرتا ہے۔
- نظریہ انسانی زندگی کا محور اور اس کی قوت محرکہ کا دوسرا نام ہے۔ اس کی ساری زندگی اس کے نظریے کے ارد گرد گھومتی رہتی ہے۔
- نظریہ انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو ایک ترتیب دے کر نظم وضبط قائم کرتا ہے۔
- نظریہ انسان کے ایک دوسرے کے ساتھ قومی حقوق و فرائض کا تعین کرتا ہے۔

- نظریہ ایک روح کی مانند ہوتا ہے جو نظر نہیں آتا لیکن اقوام اسی کی بدولت دنیا میں شاد باد نظر آتی ہیں اور متحرک رہ کر ترقی کی راہ پر گامزن رہتی ہیں۔
- اگر کوئی قوم اپنے نظریے کو نظر انداز کر دے تو اس کا وجود سماجی، معاشی، معاشرتی، مذہبی، ثقافتی پہلوؤں سے خطرے میں پڑ جاتا ہے اور اس بات کا غالب امکان ہوتا ہے کہ یہ نظریہ کسی دوسرے نظریے کے اندر ضم ہو جائے۔

آیئے اب دیکھتے ہیں کہ مختلف مفکرین نے نظریہ کے بارے میں کیا کہا ہے:

اُردو فیروز اللغات:

اردو فیروز اللغات میں نظریہ سے مراد "وہ مسئلہ جس میں نظر و فکر سے کام لیا جائے۔[2]

ورلڈ انسائیکلوپیڈیا (World Encyclopedia):

ورلڈ انسائیکلوپیڈیا کے مطابق نظریہ سے مراد "وہ سیاسی اور تمدنی اصولوں کا مجموعہ ہے جن پر کسی قوم یا تہذیب کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔ یہ کسی قوم یا ثقافت کے فطری نشو و نما کے عمل میں مدغم بھی ہو سکتی ہے اور اسے جبراً یا پروپیگنڈہ کے ذریعے بھی مسلط کیا جا سکتا ہے[3]"

قرآنی اصطلاح:

قرآنی اصطلاح میں کتاب و سنت نظریہ و نظام کی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں جس کا مفہوم کچھ یوں بنتا ہے "ہر اُمت کے لیے فیصلہ کن ساعت ضروری ہے اور اس کے لیے کتاب کا ہونا اہم ہے۔[4]"

درج بالا تعریفات کی رو سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ نظریہ سے مراد وہ خیالات اور فکر ہے جس کی بدولت کسی قوم کے افراد اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بہتری لا سکتے ہیں۔ اقوام کی ترقی کا راز بھی نظریہ میں ہی مضمر ہے۔ نظریہ کسی بھی قوم کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ نظریہ اور قوم آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ نظریہ کے بغیر کسی بھی قوم کا ترقی کی راہ پر گامزن ہونا ممکن نہیں۔

نظریہ کے عناصر (Elements of Ideology):

کسی بھی نظریہ کے لیے درج ذیل عوامل کارفرما ہوتے ہیں:

1. افراد کے اقوال و اعمال کا موازنہ و محاسبہ
2. تصور کائنات
3. نصب العین یا فرض و غایت
4. دعوت عمل میں جس میں تمام کو پہچاننے کی خاطر کوئی گروہ یا جماعت معمور ہو یا اسے استمرار و دوام حاصل ہو۔
5. معیار اور اصول جن کے ذریعے سب احوال و اشیاء کا تجزیہ کر کے دکھایا جاتا ہے۔
6. لائحہ عمل یا پروگرام جو پہلے سے مرتب و تیار شدہ ہو اور جس میں فرائض و حقوق کا ایسا گوشوارہ یا فہرست ہو جس میں مطلوبہ نتائج اور اثرات و مقاصد تک پہنچانے کی گارنٹی دی گئی ہو۔
7. زاویہ نگاہ یعنی وجوہات و واقعات کا پرتو۔[5]

دو قومی نظریہ:

دو قومی نظریہ سے مراد دو قوموں کے مختلف عقائد، سوچ، نظریات، طرز معاشرت، رہن سہن، آرزوئیں اور جذبے وغیرہ ہیں۔ بر صغیر پاک و ہند میں دو بڑی قومیں آباد تھیں۔ ایک مسلمان اور دوسری ہندو، دونوں قوموں کے انداز فکر، تصور حیات، طرز بود و باش، نصب

العین، مزاج رسوم و رواج، دین و مذہب، تہذیب و تمدن اور روایات و اقدار میں اس قدر اختلاف پایا جاتا تھا کہ دونوں کا ایک جگہ اکٹھے رہنا انتہائی مشکل دکھائی دے رہا تھا۔ دونوں قوموں کے نظریات میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ دونوں قوموں کا نظریۂ حیات ایک دوسرے سے مختلف تھا اسی وجہ سے سینکڑوں سال اکٹھے رہنے کے باوجود دونوں نظریے مخالف سمتوں میں پروان چڑھتے رہے۔

دو قومی نظریے کی وضاحت:

دو قومی نظریہ سے مراد یہ ہے کہ برصغیر کے مسلمان ایک علیحدہ اور مکمل قوم ہیں اور لفظ قوم کی کوئی بھی تشریح کی جائے، وہ اس پر پورا اُترتے ہیں۔ اسلام ایک جامع نظام ہے جس کے ماننے والوں نے کبھی بھی اپنے آپ کو ہندو اکثریت میں ضم نہ ہونے دیا۔ مسلمانوں کی آمد سے قبل جتنے بھی حملہ آور برصغیر میں داخل ہوئے وہ اپنے قومی نظریے کو قائم نہ رکھ سکے۔ ان کے افکار و نظریات، تصور حیات اور نصب العین کو ہندومت نے نگل لیا۔ اس طرح وہ اپنا قومی تشخص اور جداگانہ شناخت کھو گئے۔ مسلمانوں کو بھی ہندوؤں نے متحدہ قومیت کا درس دے کر ان کی انفرادیت اور تشخص کو مٹانے کی بھرپور کوشش کی لیکن دین اسلام نے مسلمان کے تشخص کو مٹنے سے بچالیا۔ مسلمانوں کا دین آئینی، سیاسی، سماجی اور معاشی اصولوں کے اعتبار سے ہندومت سے زیادہ جاندار اور طاقتور رہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے ہندوؤں کے وار کو بے اثر کردیا اور مسلمانوں کی الگ شناخت اور جداگانہ تشخص قائم رکھنے میں کامیاب ہوگیا۔

قائداعظمؒ نے فرمایا:

"مسلمانوں کا اپنا الگ قومی تشخص ہے اور وہ ایک اقلیت نہیں بلکہ ہندوؤں سے الگ ہر لحاظ سے ایک قوم ہیں۔ ان دونوں قوموں کا تعلق دو الگ الگ تہذیبوں سے ہے، جن کی بنیاد متضاد خیالات اور جداگانہ نظریات پر ہے۔ ایسی اقوام کو ایک واحد مملکت میں رکھنا آگ اور پانی کو یکجا کرنا ہے۔[6]"

ہندوؤں کا نظریہ تھا کہ برصغیر میں صرف ایک قوم رہتی ہے اور اس قوم کا نام ہندو ہے۔ ان کا نعرہ تھا کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کا ملک ہے۔ ہندو نظریہ کی بنیاد پر پیش کرتے تھے جبکہ اس کے برعکس دین اسلام میں قوم کی بنیاد وطن کی بجائے نظریہ اسلام ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اسلام میں کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، سوائے تقویٰ کے۔"

چودھری محمد علی ظہور پاکستان ص 65 پر لکھتے ہیں:

"یہ تھا وہ مشہور زمانہ دو قومی نظریہ جو اس قدر بحث و نزاع کا محرک ہوا۔ کانگریسی لیڈروں نے غیظ و غضب کے عالم میں اسے مسترد کردیا۔ حالانکہ ہندو مہاسبھا کے صدور ساور کر جیسے لیڈر مسلمانوں اور ہندوؤں کا ذکر دو قوموں کے طور پر کرتے تھے۔[7]" کانگریس کا متحدہ قومیت کا نعرہ لگانے کا مقصد یہ تھا کہ انگریز ملک چھوڑتے وقت حکومت ہندوؤں کے حوالے کرجائے اور پھر ہم مسلمانوں پر حکومت کریں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کانگریس نے "ہندوستان چھوڑ دو" کا نعرہ بلند کیا تو مسلم لیگ نے "تقسیم کرو اور ہندوستان چھوڑ دو" کا نعرہ لگایا۔ کانگریس کی متحدہ قومیت کے نعرے میں کئی مسلمان علمائے دین بھی آگئے جن میں مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ سرفہرست ہیں۔ تاریخی شعور رکھنے والے ایک ہندو نے لکھا ہے:

"نام نہاد دو قومی نظریہ مسٹر جناح یا مسلم لیگ سے بہت پہلے وضع کیا جاچکا تھا۔ درحقیقت یہ سرے سے کوئی نظریہ ہی نہیں تھا یہ تو تاریخ کی ایک حقیقت تھی۔[8]"

حقیقت میں دو قومی نظریے نے برصغیر کے مسلمانوں کو من حیث القوم جمع کیا اور وہ دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے۔ اسی نظریے کی بنیاد پر تحریک پاکستان میں مسلمان ایک ناقابل تسخیر قوم بن گئے اور انگریز جیسے عیار اور ہندو جیسے مکار دشمن سے آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

دو قومی نظریہ کے بنیادی عوامل:

انہیں معینات یا عناصر بھی کہا جاتا ہے۔ دو قومی نظریہ کی یہ وجوہات تھیں:

معبود:

مسلمان اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی ذات مبارکہ میں کسی کو بھی شریک نہیں کرتے، جبکہ ہندو خدا کا معمولی سا تصور رکھتے ہیں اور اسے پربھورام، بھگوان، ایشور، پرمیشور کے ناموں سے پکارتے ہیں۔ بت پرست ہیں۔ گھروں اور مندروں میں بت رکھے ہیں۔ دیوی، دیوتاؤں کے ذمہ کام لگا رکھے ہیں۔ [9]

بانی مذہب:

حضرت محمد ﷺ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاء پر ایمان اور ان کے پیغام پر یقین رکھتے ہیں اور حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں۔ اس کے برعکس "ہندو کرشن جی مہاراج، اوتار اور رام چندر جی کو مانتے ہیں۔ منو اور چانکیہ قانون بنانے والے ہیں۔ [10]

ایمانیات:

مذہبی اقدار اور اعتماد و اعتقاد میں بہت فرق ہے۔ مسلمان اسلام کے پیروکار ہیں جبکہ ہندو ہندومت کے پجاری ہیں۔ فرزندان توحید قرآن کے علاوہ دیگر سماوی کتابوں کو مانتے ہیں جبکہ ہندو ویدک وغیرہ کے قائل ہیں۔ مسلمان کے لیے توحید سرچشمۂ ہدایت ہے مگر ہندو اسے نہیں مانتے۔ [11]

عبادات:

مسلمان خدائے واحد کی خوشنودی کے لیے مساجد میں اللہ رب العزت کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں۔ حج بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں مگر ہندوؤں کا تصور عبادت بالکل مختلف ہے۔ وہ مندروں میں جا کر پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ گنگا جمنا میں طہارت کے لیے جاتے ہیں۔ خدائے وحدہ لاشریک لہ کے علاوہ کسی اور کو مانتے ہیں، چنانچہ ان دونوں کے طریقۂ ہائے عبادت میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے اس لحاظ سے دونوں قومیں جدا ہیں۔ [12]

مقدس مقامات:

مسلمانوں کے مقدس مقامات مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس دنیا بھر کی مساجد، نجف اشرف، مقام کربلا اور اولیاء اللہ کے مزارات وغیرہ ہیں، جبکہ بنارس (کاشی) ہردوار، متھرا، ایودھیا، کوروکشیتر، دوارکا یا سومنات و دیگر مندر ہندوؤں کے مقدس مقامات ہیں۔ [13]

مقدس پانی:

مسلمانوں کے ہاں چاہ زم زم کے پانی کو مقدس سمجھا جاتا ہے۔ ہندوؤں کے ہاں گنگا اور دریائے جمنا کا پانی معتبر کہلاتا ہے۔ [14]

مقدس درخت:

زیتون، انجیر اور کھجور کے درخت کو مقدس سمجھا جاتا ہے اور ان کا ذکر قرآن مجید میں بھی موجود ہے جبکہ "ہندو برگد اور پیپل کے درخت کو مقدس سمجھتے ہیں اور ان کی پوجا کرتے ہیں۔[15]

جانور:

مسلمانوں کے ہاں جانوروں میں باقاعدہ حلال اور حرام کا تصور پایا جاتا ہے۔ مسلمان گائے اور دیگر حلال جانوروں کو ذبح کر کے کھاتے ہیں۔ اس کے برعکس "ہندو گائے کو گاؤ ماتا کہتے ہیں۔ اس کا پیشاب پیتے ہیں اور چہرے پر ملتے ہیں اور اسے ذبح کرنے کے مخالف ہیں۔ اس کے بعد بندر "ہنومان" کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔[16]

مذہبی تہوار:

عید الفطر، عید الاضحیٰ، عید میلاد النبی ﷺ، شب برات، لیلۃ القدر، جمعۃ الوداع، یوم عاشور محرم اہم مسلم تہوار ہیں جبکہ ہندوؤں کے ہاں دسہرا، دیوالی، ہولی، پوجا اور کنبھ کا میلہ جو کہ ہر سات سال بعد ہوتا ہے وغیرہ۔[17]

رسوم ولادت وموت:

مسلمانوں کے ہاں بچے کی پیدائش پر اذان، گھٹی، ختنہ اور عقیقہ وغیرہ کیا جاتا ہے اور وفات پر غسل، کفن، جنازہ، تدفین اور قبر کا اہتمام اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ہندو بچے کی پیدائش پر کٹورا بجاتے، بھجن گاتے اور منتر پڑھتے ہیں۔ کسی کی موت پر اس کی ارتھی لے کر شمشان بھومی مرگھٹ میں جا کر چتا جلاتے ہیں۔ پھر راکھ، ناخن اور ہڈیاں گنگا میں بہاتے ہیں۔[18]

رسوم شادی:

مسلمانوں کے ہاں شادی پر نکاح، ایجاب وقبول، حق مہر، دعاء کی جاتی ہے جبکہ ہندو سندھور کی دھونی اور آگ کے گرد دولہا دلہن سات چکر لگاتے ہیں اور ساتھ ساتھ پنڈت منتر پڑھتا جاتا ہے۔[19]

تصور آخرت:

عالم برزخ، یوم محشر، حساب کتاب، جنت اور دوزخ اسلامی تعلیمات کے مطابق برحق ہیں اور ہر مسلمان کا ان پر یقین ہے جبکہ ہندو اور گون اور جون بدلنے پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے مطابق انسان تیس دفعہ جون بدلتا ہے۔ پھر سورگ یا نیرک کو سدھار جاتا ہے۔[20]

سن:

مسلمانوں کا سال آنحضرت محمد ﷺ کے ہجرت مدینہ سے شروع ہوتا ہے جبکہ ہندو اپنے سن کو راجا بکرماجیت کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور اسے بکرمی کہتے ہیں۔[21]

کلمات ملاقات ورخصت:

مسلمان ملاقات کے دوران السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتے ہیں اور جب رخصت ہوتے ہیں تو اللہ حافظ، رب راکھا یا سپرد خدا وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جبکہ ہندو جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو رام رام، نمستے یا نمسکار کہتے ہیں اور جب رخصت ہوتے ہیں تو چرن چھوتے ہیں یعنی (پاؤں کو ہاتھ لگاتے ہیں) اور پرنام کرتے ہیں یعنی ہاتھ جوڑ کر ماتھے پر رکھتے ہیں۔[22]

چھوت چھات:

اس کا مطلب ہے ایک چیز یا انسان کا دوسرے کو چھو کر ناپاک کرنا۔ مسلمان اس کے قائل نہیں ہیں۔ ہندو چھوت چھات کے قائل ہیں اور سختی سے اس کی پابندی کرتے ہیں۔[23]

نام اور القابات:

مسلمانوں کے اسم ہائے کا بنیادی ماخذ ربی زبان ہے مگر ہندوؤں کے نام سنسکرت سے لیے جاتے ہیں جیسا کہ محمد علی اور موہن داس میں بہت فرق ہے اسی طرح القابات اور اصول علمی اصطلاحات میں بھی کافی تفاوت ہے۔ مسلمانوں میں سید، قریشی، خان، مہر، شیخ، میاں اور چوہدری جیسے خاصے عام فہم اور معروف ہیں جبکہ ہندوؤں میں پنوت اور اچار وغیرہ عام ہیں۔یعنی اس ضمن میں دونوں قوموں میں یکسانیت نہیں پائی جاتی [24]

زبان وادب:

مسلمانوں کی زبان اردو ہے اور وہ اس سے شوق اور دلچسپی رکھتے ہیں۔ اکثریت یہ زبان استعمال کرتی تھی۔ اس کا رسم الخط بھی جدا ہے۔ اسی طرح مسلم ادب کی جھلک ان کے شذرات، مخطوطات اور تحریروں سے واضح ہوتی ہے جس میں خاص قسم کی خوبصورتی پائی جاتی ہے۔ زیادہ تر مسلمان اسلامی ادب کی نوک پلک کے قائل ہیں اور وہ عربی کو بنیادی ماخذ تسلیم کرتے ہیں۔ فارسی سے بھی استفادہ کر لیتے ہیں۔ اس کے برعکس ہندوؤں کی زبان ہندی ہے جسے لکھنے کا انداز علیحدہ ہے۔ ان کی ادبی نگارشات کا منبع (Source) ویدا، پرانا، اویانیشید اوغیرہ ہیں۔ جن کی تحریروں پر گہری چھاپ ہوتی ہے جو اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ دونوں قوموں میں واضح اور گہرا فرق ہے۔[25]

قوانین واخلاقی ضوابط:

اگرچہ برصغیر پاک وہند پر سینکڑوں سال انگریزوں کی حکومت رہی مگر اس کے باوجود مسلمانوں کے قوانین کی ساخت ونوعیت منفرد رہی۔ روزمرہ معمولات مثلاً شادی، طلاق، وراثت، امانتداری وغیرہ کے سلسلے میں مسلمان اپنے ہی قوانین پر عمل کرتے تھے۔ ہندوؤں کے اپنے الگ قوانین شادی اور جائیداد ہیں۔ جہاں تک اخلاقی ضابطہ کا تعلق ہے مسلمان اسلامی ہدایات پر عمل کرتے ہیں سچ جھوٹ، اچھائی برائی کے بارے میں مسلم قوم کا اپنا معیار ہے اور ہندوؤں کا اپنا۔ اس لیے دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔[26]

فن اور طرز تعمیر:

مغلیہ دور کی شاندار عمارات ان کے ذوق وشوق کی عکاسی کرتی ہیں اور نقش نگاری کی خصوصیت کی حامل ہیں۔ ممتاز مغلیہ نظام خوش نویسی اور تصویر کشی عرب طرز کا ترجمان ہے۔ عالیشان عمارات میں شاہی قلعہ لاہور، مقبرہ جہانگیر اور تاج محل اعلیٰ طرز کی مثالیں ہیں جس سے ان کے مکتب فن اور تعمیر کی ترجمانی ہوتی ہے مگر ہندوؤں نے اپنے مندروں (Temples) کی جو عمارات بنوا رکھی ہیں وہ مسلمانوں کی مساجد سے بہت مختلف ہیں۔[27]

تہذیب وتمدن:

دونوں قوموں میں اس سلسلے میں نمایاں تفاوت موجود ہے کیونکہ ثقافت وتمدن میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ہم آہنگی بھی نہیں پائی جاتی ۔یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں قومیں ایک دوسرے میں مدغم نہ ہو سکیں اور علیحدہ علیحدہ راستوں پر چلتی رہیں۔ بود وباش، اطوار وکردار، رہن سہن اور خور ونوش اور پوشاک ولباس میں بھی کافی فرق ہے۔[28]

حاصل بحث:

- درج بالا تمام اقوال اور دلائل وضاحت کرتے ہیں کہ مسلم اور ہندو دو الگ الگ اقوام ہیں۔ اور دو قومی نظریہ صداقت پر مبنی ہے اور پاکستان کا قیام بھی اٹل حقیقت ہے۔ دو قومی نظریے کا ارتقاء ابتدائے آفرینش سے ہی چلا آرہا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے مختلف مقامات پر دو قومی نظریے کی وضاحت فرما دی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

- قُلْ یٰاَیُّہَا الْکٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ[29]
- ”آپ کہہ دیجیے کہ اے کافرو! نہ میں عبادت کرتا ہوں اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ نہ تم عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ میں عبادت کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔“

- قرآن پاک کی رو سے خدائی ہدایت قبول کرنے والے اور اس کا انکار کرنے والے یہی گروہ دراصل دو الگ الگ ملت ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ توحید ورسالت کا اقرار کرنے والے تمام افراد ایک قوم ہیں اور اس کا انکار کرنے والے دوسری قوم ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا بھی ارشاد گرامی ہے:
  - الکفرملة واحدة[30]
  - ”کفر ملت واحد ہے۔“
- کافر دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی ہوں وہ اسلام کے نظریات کے مخالف ہیں۔ اسی طرح مسلمان اپنے مشترکہ نظریہ اسلام کی وجہ سے واحد ملت ہیں۔ گویا آنحضرت ﷺ نے روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کو دو قوموں اور دو طبقات میں تقسیم کر دیا ہے: (1) ملت اسلامیہ (2) ملت کفر۔

حوالہ جات:

1 شازیہ رشید، **تحریک پاکستان کا آغاز**،(لاہور: جدران پبلی کیشنز)، ص354-

2 محمد حیات، مہر، پروفیسر، **مطالعہ پاکستان**،(لاہور: علمی کتب خانہ، کبیر سٹریٹ، اردو بازار)، ص33-

3 احمد ریاض، الہدیٰ، **تحریک تشکیل پاکستان**،(لاہور: علمی کتب خانہ، کبیر سٹریٹ، اُردو بازار)، ص110-

4 ایضاً

5 خرم ملک، فاروق ملک، **پاکستان کا نظریہ حکومت اور سیاست**،(لاہور: خرم بکس، 40- اردو بازار)، ص18-

6 محمد عبداللہ، ملک، پروفیسر، **تاریخ پاکستان**،(لاہور: قریشی برادرز پبلشرز، چوک اردو بازار، س۔ن)، ص25-

7 ایضاً

8 ایضاً

9 محمد اسلام صدیق، چودھری، **روح پاکستانیات**،(لاہور: کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ اُردو بازار، سن اشاعت 2003ء)، ص174-

10 ایضاً، ص175-

11 خرم ملک، فاروق ملک، **پاکستان کا نظریہ حکومت اور سیاست**،(لاہور: خرم بکس، 40- اردو بازار)، ص45-

12 ایضاً، ص44-

13 ایضاً، ص175-

14 محمد اسلام صدیق، چودھری، **روح پاکستانیات**،(لاہور: کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ اُردو بازار، سن اشاعت 2003ء)، ص175-

15 ایضاً، ص176-

16 ایضاً

17 ایضاً

18 ایضاً

19 ایضاً

20 ایضاً، ص177-

21 ایضاً

22 ایضاً، ص178-

23 ایضاً، ص181-

24 خرم ملک، فاروق ملک، **پاکستان کا نظریہ حکومت اور سیاست**،(لاہور: خرم بکس، 40- اردو بازار)، ص43-

25 ایضاً

26 ایضاً

27 ایضاً

28 ایضاً، ص46-

29 سورۃ الکافرون 109: مکمل-

30 سرفراز حسین مرزا، ڈاکٹر، **دو قومی نظریہ، تاریخ کیا کہتی ہے؟**،(لاہور: نظریہ پاکستان ٹرسٹ، ایوان کارکنان تحریک پاکستان، مادر ملت پارک، 100 شاہراہ قائد اعظم، اشاعت چہارم جنوری 2016ء)، ص11-